جلد01شمارہ05،2023

Article

AN ANALYTICAL STUDY OF FEMINISM IN KAGHZI GHAT

کاغذی گھاٹ ''تانیثی مطالعہ''

Ayesha Kanwal[1], Dr Zafar Hussain Haral*[2]
[1] PhD Scholar, [2] Assistant Professor, Department of Urdu, Govt. College University Faisalabad
*Correspondence: zafarharral@yahoo.com

[1] عائشہ کنول،ڈاکٹر ظفر حسین ہرل[2]

[1]پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد، [2] اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210
DOI:https://doi.org/10.56276/tasdiq.v5i01.161
Received:20-06-2023
Accepted:01-07-2023
Online:07-07-2023

Copyright: © 2023 by the authors. This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT:
Khalida Hussain is a known fiction writer of Urdu Literature. She is also known as a feminist writer who describes female emotions in her fiction. Her short stories are masterpieces. Kaghzi Ghaat is her only novel. Kaghzi Ghat portrays social classism in the subcontinent. After the partition, these classes reacted in different ways. The main characters of the novel are female. Khalida Hussain symbolizes the classes of society through these females. The fall of Dhaka is another trauma for them. Khlaida Hussain depicts the female character's inner and outer selves via her pen. The trauma of females after the migration and war is represented in this novel.

KEYWORDS:
Kaghzi Ghaat, Khalida Hussain, Feminism, Partition, Subcontinent, Novel, Plot, Characters, Social Classism, Feminist

ناول کی بنیاد کہانی پر رکھی گئی ہے۔ناول نگار زندگی کو اس طرح بیان کرتا ہے جیسی کہ وہ ہے یا جیسا اسے ہونا چاہیے .اس میں پیش کی گئی زندگی ہمیں حقیقی زندگی کی نسبت زیادہ خوبصورت اور مکمل لگتی ہے۔ناول میں مرد اور عورت کو بطور کردار پیش کیا گیا ہے۔تاکہ انسانی نفسیات کو سمجھنے میں آسانی ہو۔عالمی ناول کے مقابلے میں اردو ناول کی عمر بہت کم ہے۔جب اس نے اپنا سفر شروع کیا تب یورپین ناول اپنی ضمنی اور فکری حدود پار کر رہا تھا۔گو اردو ناول کی عمر غیر ملکی ناول کے مقابلے میں کم ہے۔

ناول میں جہاں اور بے شمار موضوعات ہیں ،جو انسانی زندگی کے متعلق ہیں ،وہاں عورت کی اس انفرادی فکر کو بھی سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے ،جو وہ دنیا کو برتنے اور زندگی گزارنے کے لیے استعمال کرتی ہے۔عورت کی یہی بنیادی فکر جو مرد سے مختلف انداز میں زندگی کے متعلق رکھتی ہے۔جدید علمی اصطلاح میں تانیثیت کہلاتی ہے۔تانیثیت کی تحریک کی شروعات فرانس سے ہوتی ہے۔شیمون دی بو آر نے یہ صدا بلند کی۔عورت اور مرد کو ایک ہی پلیٹ فارم پر آنا چاہیے ،کیونکہ عورت مرد کی نسبت زیادہ مضبوط اور محنتی ہے ،مردوں کے شانہ بشانہ کام کرتی ہے۔لہذا عورت کو مرد کے برابر حقوق ملنے چاہیں۔سیمون دی بو آر کی یہ آواز بین الاقوامی سطح پر گونجی اور اس آواز نے دنیا کے ہر ادب ،زبان اور تہذیب پر اثر ڈالا اور اس کی سمت غور و فکر کرنے پر مجبور کیا۔اگر ہم تانیثیت کے معنی اور مفاہیم پر غور کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ لفظ تانیثیت (Feminism) ایک جدید اصطلاح ہے جو لاطینی زبان کے لفظ (Femina) سے مشتق ہے۔جس کے معنی نسوانی اوصاف رکھنا ہے۔آکسفرڈ لرنرز ڈکشنری میں اس کی تعریف کچھ یوں لکھی ہے :

> **femi • nism** *BrE* / ˈfemənɪzəm / *NAmE* / ˈfemənɪzəm /
> WORD ORIGIN CULTURE **noun** [**uncountable**]
> the belief and aim that women should have the same rights and opportunities as men; the struggle to achieve this aim. (1)

ناول کے فن پر اب تک جتنا بھی کام ہوا ہے اس میں عورت کے پہلو کو بڑی حد تک نظر انداز کیا گیا ہے۔اردو ناول نگاری میں نسوانی کرداروں کا تذکرہ تو ملتا ہے لیکن بہت سطحی قسم کا ہے۔عورت کے موضوع کو باقاعدہ مدّ نظر رکھ کر کام نہیں کیا گیا حالانکہ جب سے ناول نگاری شروع ہوئی ہے کوئی ناول عورت کے ذکر سے خالی نہیں۔خواہ ناول معاشرتی ہو ،تاریخی ہو نفسیاتی یا رومانوی۔ویسے بھی عورت کے بغیر کوئی قصہ مکمل نہیں ہوتا کیونکہ عورت ایک زندہ حقیقت ہے جس کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔عورت مرد کی نسبت زیادہ حساس ہے اسی لیے اسے صنف نازک کیا گیا عورت ایک احساس موضوع ہے جس پر لکھتے ہوئے ہر کوئی اپنا پہلو بچاتا ہے۔شاید اسی لیے ٹالسٹائی نے کہا تھا :

> For seventy years I have been steadily lowering and lowering my opinion of women, and I must still lower it more and more. The woman questions! —How could there not be a woman question? Only not about how women should control life, but how they should stop ruining it. (2)

اگر ایسا نہ ہوتا تو عورتوں کے متعلق تمام لوگوں کی یکساں رائے ہوتی اور عورت کے حوالے سے تمام تصورات ایک جیسے ہوتے مگر یہاں تو عورت کسی کی نظر میں دیوی ہے تو کسی کی نظر میں ناقص العقل تو کوئی اس کی دانائی کا قائل ہے۔ایک طرف اسے صنف نازک کا نام دیا جاتا ہے تو دوسری طرف اس کے صبر اور ہمت کو داد دی جاتی ہے۔جسمانی طور پر کمزور ہونے کے باوجود انسان اور انسانیت کو جنم دینے والی ہستی ہے۔

گھاٹ کے لفظی معنی ''راستہ'' کے ہیں۔ پانی بھرنے کی جگہ کو بھی گھاٹ کہا جاتا ہے اور پانی زندگی کی علامت ہے۔زندگی بھی ایک گھاٹ کی مانند ہے جہاں ہر شخص اپنے اپنے حصے کا پانی بھرتا ہے اور پھر اس دنیا سے اس دنیا میں منتقل ہو جاتا ہے جیسے وہ اس دنیا سے اس دنیا میں آیا تھا ہر شخص اپنے اپنے کردار ادا کرتا ہے اور چلا جاتا ہے۔

ہر تخلیق کار اپنا ایک سیاسی اور سماجی نقطہ نظر رکھتا ہے۔جس کا عکس اس کی تحریروں میں ضرور ملتا ہے۔ناول ''کاغذی گھاٹ'' مکمل طور پر ایک سیاسی ناول ہے۔خالدہ حسین کا ناول "کاغذی گھاٹ ۲۰۰۲ء میں شائع ہوا۔پاکستان کے معاشی اور سماجی حالات، سیاسی افراتفری، قومی مسائل، ہندو مسلم تضادات، مہاتما گاندھی، قائداعظم کی شخصیت اور کارنامے، مہاجرین کی آمد، مارکسزم، 1965 اور 1971 کی جنگیں اور مشرقی پاکستان کی علیحدگی ان سب موضوعات کو خالدہ حسین نے بڑی کامیابی سے ناول میں سمیٹا ہے۔

ناول کو اگر ہم تین حصوں میں تقسیم کریں تو پہلا حصہ پاکستان کے قیام کا ہے۔ہندوستان کی تقسیم کا غم اور سقوطِ ڈھاکہ کا کرب نمایاں موضوع نہ سہی لیکن ناول کا حصہ ضرور ہے۔یعنی کہ مصنفہ ہر وقت ماضی میں کھوئی رہتی ہیں کیونکہ زیدی چچا، نور آپا، بابا غلام محمد سارے لوگ ماضی کا حصہ بن چکے ہیں۔اگر ہم ناول کو ایک طرح سے ناسٹیلجیا کہیں تو غلط نہیں ۔

> ''زمین کی محبت کتنا دکھ دیتی ہے اگر کہیں اس سے بچھڑ جاؤ تو بالکل جیسے کوئی اماں سے بچھڑ جائے اور ان سے بچھڑ جانے کا تو سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔گھر تو ہمیشہ کے لیے ہوتا ہے۔(۳)

جب بھی وہ کبھی لاہور منتقل ہونے کا سوچنے تو یہ ہی جواب ملتا کہ فیصل آباد کی گلیاں نہیں چھوڑ سکتے لائل پور کی ان گلیوں میں کچھ تھا۔جنہیں وہ ہر وقت یاد کرتی رہتی۔لاہور کا ماڈل ٹاؤن پریشانی سے کم نہ تھا۔شاندار کوٹھیاں اور چمکتی گاڑیاں ہجرت کر کے آنے والوں نے اپنا خسارہ تین گنا کر کے وصول کر لیا تھا لیکن وہ پھر بھی اپنے آپ کو مجرم سمجھتی۔

> ''اپنا کمرہ اور الماری اور اس میں چھپے ٹوٹے پھوٹے کھلونے اور رنگ اڑے کپڑے اور چوڑیاں اور صحن کی کیاریاں اور درخت اور ان پر چہکتی چڑیاں اور اپنے حصے کا سامان۔یہ سب چھوڑنا بڑے خسارے کی بات ہے۔اور اسکی تلافی ممکن ہے یا نہیں۔وہ کچھ بھی نہیں جانتی۔'' (۴)

ناول کا دوسرا حصہ پاکستان کی موجودہ صورتحال پر ہے۔ جب پاکستان کو جنگوں سمیت اور دوسرے قومی مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ جس میں روٹی کپڑا، اور مکان نمایاں ہیں۔ ناول کی مرکزی کردار مونا ہمارے اندر مردہ ہو چکے وجود کو جھنجھوڑتی ہے۔ ہمارے سوئے ضمیر کو جگاتی ہے پاکستان ہم نے اس لیے تو نہیں حاصل کیا تھا۔ کہ ہم دوسروں کے اسیر بن کر رہیں۔ ہم آزاد ہو کر بھی غلام رہیں، دوسرے ممالک ہم پر حکمرانی کریں۔ ہماری زندگی اور ملک کے فیصلے لوگ کریں۔ جب قوم کی فتح بس اسی پر منحصر ہو کہ وہ نوے ہزار شکست خوردہ سپاہ واپس لے آئے۔ چھے ستمبر تو منائے مگر اکیس دسمبر منانا بھول جائے تو ایسی قوم کا مقدر پسپائی ہی پسپائی ہوتا ہے۔

> "ہمارا مسئلہ کوئی ملازمتیں حاصل کرنا، سرمایہ دار بننا نہیں تھا۔ ہمارا مسئلہ ایک کلچر، ایک تہذیب کی بقا اور یہ ماننا پڑے گا کہ وہ تہذیب تقسیم نہیں ہو سکتی مگر کر دی گئی۔ بھئی یہ سب کچھ آف دا ریکارڈ ہے۔ میری عادت ہے سچ بولنے کی۔ دیکھو یہ سب جو بیٹھے ہیں ان کے دِل میں یہی کچھ ہے" (۵)

ناول کے تین نسائی کردار ہیں مونا، افروز اور عائشہ ہر کردار اپنے ساتھ ایک مکمل کہانی کے ساتھ وقوع پذیر ہوتا ہے اور اپنے اختتام کو پہنچتا ہے۔ ناول کا مرکزی کردار مونا ہے۔ جس کے کردار ہیں ہمیں خالدہ حسین کی جھلک نظر آتی ہے۔ مونا کا کردار بطور ادیبہ ناول میں ہمیں نظر آتا ہے۔ وہ کیوں لکھتی ہے خود نہیں جانتی۔ شاید وہ اپنی ذات کی بے پناہ کمزوریوں کی تلافی کے لیے لکھتی ہے۔ اس لیے لکھتی کہ وہ وہ نہیں ہے جو اسے ہونا چاہیے۔ اور اس کے باہر بھی وہ دنیا نہیں ہے جیسے اسے ہونا چاہیے تھا۔ شاید اس لیے لکھتی ہے کہ وہ ایک شکست خوردہ ملک کی باسی تھی جو بلند بانگ دعوؤں کے باوجود سر اُٹھا کر زندہ نہیں رہ سکتا۔ جس کا وجود اور مستقبل دونوں مشکوک تھے اور شاید بڑی طاقتوں کے ہاں گروی بھی ہیں۔

ناول "کاغذی گھاٹ" ایسی خواتین کے لیے ایک نوحہ ہے جو زندگی گزارتی نہیں بلکہ زندگی جھیل رہی ہیں۔ یہ معاشرہ مردوں کی حاکمیت سے تعلق رکھتا ہے۔ عورت ہزار محنت کے باوجود یہاں اپنا وجود قائم نہیں رکھ سکتی۔ بچپن سے ہی عورت کی گھٹی میں اپنی عزت نفس کو قربان کرنا ڈال دیا جاتا ہے۔ کیونکہ اسے اپنا گھر بچانا ہوتا ہے جو اس کی والدہ کی واحد پناہ گاہ ہے۔

> "کیونکہ وہ بیوی کے ساتھ رفاقت کا نہیں افسر اور حاکم کا رشتہ استوار کرنا چاہتے ہیں۔ ان سے صبح و شام اپنی شام میں قصیدہ سننا چاہتے ہیں اور تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ ایک بہت بڑا طبقہ بیوی کو پاؤں کی جوتی قرار دیتا ہے کہ ایک پسند نہ آئی یا اس نے تنگ کیا تو دوسری پہن لی۔ یہی وہ تہذیبی روایات ہیں۔ جن کی تم ایسے پاسداری کرتے اور جن کی پاسداری کرتے کرتے ہماری نوے فیصد عورتیں وقت سے پہلے مر جاتی ہیں اور جب تک زندہ رہتی ہیں روحانی طور پر کس قدر تنہا ہوتی ہیں۔" (٦)

ناول کے آغاز میں تین لڑکیوں کا تعارف ہے۔تینوں کے مزاج، خیالات اور طبیعت ایک دوسرے سے میل نہیں کھاتے۔ مونا، افروز اور عائشہ۔ مونا کے سکول اور کالج دور کے ساتھیوں میں انقلابی خیالات کے حامل بھی ہیں اور لایعنی زندگی گزارنے والے بھی جن کی زندگی کا مقصد مادی آسائش کے حصول کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ وہ سکول اور کالج کے دنوں کو شدت سے یاد کرتی ہے:

> سب سے پر اسرار وہ ہال تھا جس کی اسٹیج پر طرح طرح کے ڈرامے ہوتے جن میں رقص ضرور ہوتا اور انہی دنوں یہ گیت بہت گایا جاتا کہ ناچو ناچو پیارے من کے مور، اور اس اسٹیج پر وہ ڈرامہ بھی ہوا جس میں آزادی کا کوئی متوالا پھانسی چڑھ جاتا ہے اور پھانسی کے لیے بے شمار دوپٹوں کو ہٹ کر جنگلے کے ساتھ باندھا گیا اور اسٹیج کے وسط میں ایک رنگین ریشمی پھندا لٹکایا گیا۔اب یہ امالہ بھی ایک عجیب ہیئت تھی۔ کبھی کوئی موٹا تازہ سیاہ فام سر پر سفید براق پگڑ پہنے اس کی نظروں میں گھوم جاتا۔"(۷)

مونا کی قوت مشاہدہ بہت اچھی ہے۔ وہ حالات کے بدلتے منظر اور ان کے انسانی زندگیوں پر اثرات کے ساتھ ساتھ رسوم و رواج کے خراب اثرات پر غور و فکر کرتی ہے۔ وہ انسانوں کی بھیڑ میں اپنے آپ کو تنہا محسوس کرتی ہے۔ ناول کے تینوں نسائی کردار ایک دوسرے سے مختلف نظر آتے ہیں۔ مونا کا زیادہ تر وقت چیزوں کو محسوس کرنے اور ان کا مشاہدہ کرنے میں گزرتا ہے۔ جو وہ محسوس کرتی وہ اپنی تحریروں میں ڈھال دیتی ہے۔ عائشہ، مونا اور افروز سے بہت مختلف ہے۔ خوبصورت بدن سنہرے بال سبز آنکھوں کے ساتھ ساتھ عائشہ میں ایک احساس تفاخر ہے کہ وہ ایک شاندار تہذیب کے لیے ضروری ہیں۔ مثلاً بڑی محفلوں کے آداب، انگریزی بولنا، ہالی وڈ کی فلمیں، ہائی سوسائٹی کے تمام قواعد و ضوابط وغیرہ۔

> "عائشہ کو دیکھتے ہی محسوس ہوتا کہ وہ اپنے تہذیبی احساس برتری میں اس کی پہنچ سے اور بھی دور ہو گئی ہے۔ کیونکہ اب ہند مغل تہذیب میں مغرب کی چکا چوند بھی شامل ہو چکی تھی، عائشہ کے وقت کا زیادہ تر حصہ دلی اور الٰہ آباد کے گلی کوچوں اور لال قلعے، قطب صاحب، تاج اور نظام بستی میں غرق رہتی۔(۸)

اسی طرح افروز کے کردار کی طرف دیکھتے ہیں تو ہمیں ایک مختلف رنگ نظر آتا ہے:

> عائشہ کی نسبت افروز ہر تعصب پر فکر بندی اور مذہبی بندش سے آزاد رہتی۔ افروز کو دیکھ کر ایسے محسوس ہوتا کہ وہ غلط سوچ ہی نہیں سکتی۔ بہت بہادری سے سرخ انقلاب کی باتیں کرتی اپنے ارد گرد معاشرتی حد بندیوں کو توڑ کر جمال کے ساتھ بھاگ کر شادی کر لیتی ہے۔ لیکن

اسے اپنے فیصلے پر ذرا سا پچھتاوا نہ ہوتا۔ کیونکہ وہ اپنی ذات میں مکمل تھی۔ ادھوری نہیں عائشہ کی طرح۔"(۹)

کاغذی گھاٹ کے نسوانی کردار معاشرے کے مختلف درجوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ تینوں نمایاں کردار معاشرے کے نمونہ کردار ہیں۔ خالدہ حسین نے ان کرداروں کے ذریعے عورتوں کی نمائندگی کرتے ہوئے عورتوں کے مسائل، نفسیاتی پیچیدگیوں اور معاشرے میں ہونے والی تبدیلیوں کے عورت پر اثرات کا بخوبی عکس پیش کیا ہے۔ مونا، عائشہ اور افروز تینوں کردار اپنے اپنے مکتبہ فکر کی نمائندگی کرتے ہیں۔ مصنفہ نے ناول میں ان کرداروں کو یوں بیان کیا ہے:

"عائشہ اور افروز ایک دوسرے کا تضاد تھیں۔ ایک کسی بھی تہذیب کسی بھی کلچر کی دعوے دار نہ تھی جبکہ دوسری کے پاس صدیوں کا تہذیبی ورثہ تھا جس سے بچھڑ کر وہ گویا بہت غیر ترقی یافتہ نیم مہذب لوگوں میں آگئی تھی۔ یہاں کے لوگ آداب محفل سے قطعی نا آشنا، زبان و بیان کی لطافت اور شائستگی سے عاری، کھردرے اور اجڑ تھے۔ ان کے پاس سادگی بلند آہنگی اور سیدھی کچی بات کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ عائشہ کی تراش خراش اس طرح کی جا رہی تھی جس طرح کے ایک خاص عمر میں لڑکیوں کی سوسائٹی میں متعارف کر لیا جاتا ہے جبکہ وہ خود مونا خوف اور تحفظ کی دھوپ چھاؤں میں کھوئی ہوئی تھی۔ لاہور لاہور کے ٹی ہاؤس، ریستوران اور کافی ہاؤسز اس کی دنیا سے باہر کی شے تھے مگر عائشہ لوگو کی بھائی کے ساتھ آدھی رات تک ان مقامات میں گھومتے پھرتے اور لاہور کی پر رونق راتوں سے لطف اندوز ہوتے جبکہ ان کے اپنے گھر میں ان ساعتوں میں سب بڑے دعاؤں اور وظیفوں کے بعد محو خواب ہوتے کیونا صبح فجر کی اذان کے ساتھ انہیں بیدار ہونا ہوتا۔"(۱۰)

مونا اپنے گھر میں الگ خیالات کی حامل ہے۔ وہ ذرا آزاد خیال ہے۔ اور اپنے گھریلو ماحول اور نظام پر اندا ں ہے پر کسی سے اظہار نہیں کرتی۔ مونا کا ایک بھائی اس کا ہم خیال ہے۔

"اس گھر میں اپنے ماضی کو یاد کرتے ہوئے، اپنی دنیا کا حصار پار کرتے ہوئے اس پر شدید خوف اور آزردگی طاری ہو جاتی تھی مگر وہ کتنے جوش و خروش کے ساتھ یہ انقلابی نظمیں پڑھتی تھی۔ اسے دور دراز کے شہروں کا احساس ہونے لگا۔ کتنے بے شمار شہر ہوں گے اور ان لوگوں کے گھر۔ اس نے دہلی اور لدھیانے کا تصور کرنا چاہا۔ مگر اس نے تو خود لاہور ہی جی بھر کے نہ دیکھا۔ دوسرے شہروں میں تو اس کا تصور کیوں کر بھٹک سکتا تھا۔" (۱۱)

اس کی قریبی سہیلی افروز بائیں بازو کی انقلابی نظریات کی حامل ہے۔ وہ اسے عصمت چغتائی کی کتب تھا دیتی ہے۔ اور مونا سے بائیں بازو کے مصنفین کی باتیں کرتی ہے۔ افروز کہتی ہے ؟ نظام کو توڑنا اتنا آسان نہیں۔ اس راہ میں کوئی ساتھ نہیں دیتا۔

> افروز ایک دن مونا سے کہتی ہے کہ آپس میں کٹ مرنے میں ہم پر کوئی بازی نہیں لے جا سکتا۔ موٹا اپنے آپ سے پوچھتی ہے کہ ملوکیت اور قبیلہ پرستی میں کیا فرق ہے یہ کیوں ختم نہیں ہوتے ؟ کربلا ہمارے ساتھ ساتھ کیوں سفر کرتی رہتی ہے ؟ سابق مشرق پاکستان کے المیہ نے کیوں جنم لیا؟ یہ مکتی باہنی والے لوگ اتنے سفاک کیوں تھے ؟ ہمارا گھر کیا ہے؟ وغیرہ (۱۲)

خالدہ حسین نے کاغذی گھاٹ میں جاگیر دار اور سرمایہ دار کلاس کی تصویر کشی کرتے ہوئے ان کی دینی کیفیت اور ان کے حاکمانہ تربیتی نظام پر پھبتی کسی ہے اور اس نظام پر طنز کیا ہے۔ خاص طور ان کی خواتین کو نشان زد کیا ہے:

> لاہور جاگیر دارانہ ماحول میں گھرتا چلا جارہا تھا۔ اپنے بیٹوں کو یورپ، برطانیہ اور بیٹیوں کو انگریزی اداروں میں تعلیم دلواتے تھے۔ جو باہر نہ جاتے وہ ڈاکٹر لاہور کے چیفس کالجز اور گلیات میں داخلہ لیتے ، جہاں ان کی رگ رگ میں حاکمیت اور دولت پرستی بھر دی جاتی۔ جب بھی کسی گھر میں جاتیں، دو دو خادمائیں شوخ رنگ لاچوں میں ملبوس جلو میں ہوتیں۔ کبھی کبھی انہوں نے کیش بکس بھی اٹھا رکھے ہوتے۔ تب شاید مالکانی ہینڈ بیگ اٹھانا خلاف شان بجھتی تھیں۔ ادھر ان کے بلند و بالا تنومند بیٹے گھوڑوں پر سوار شہر کی سول لائنز پر اپنی چھب دکھلاتے پھرتے۔ (۱۳)

کاغذی گھاٹ میں ایک خاتون مصنفہ نے خواتین کے مزاج اور نفسیات اور ان کی معاشرتی زندگی کو پیش کیا ہے۔ درجہ اول کے شہریوں سے لے کر درجہ چہارم کے شہریوں کا اس انداز میں پیش کیا جانا انفرادیت کا حامل ہے۔

حوالہ جات

1. Oxford Advanced Learner’s Dictionary, 8th edition, Oxford University Press, 2010
2. Essays - Stuff Tolstoy said about women Showing 1-28 of 28 (goodreads.com), rt: 11-02-23 at 10:23pm
3. خالدہ حسین: ”کاغذی گھاٹ“ سنگِ میل پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۰۲، ص ۲۱
4. ایضاً، ص ۶۲

5. ایضاً، ص ۱٦۸
6. ایضاً، ص ۱۴۸
7. ایضاً، ص ۲۵
8. ایضاً، ص ۱۵۵
9. ایضاً
10. ایضاً، ص ۳۸
11. ایضاً، ص ۴
12. ایضاً، ص ۲۲۴
13. ایضاً، ص ۱۸

1. *Oxford Advanced Learner's Dictionary*, 8th ed. (Oxford: Oxford University Press, 2010).
2. "Essays - Stuff Tolstoy Said About Women," Goodreads, accessed February 11, 2023, 10:23 pm, https://www.goodreads.com.
3. Khalida Hussain, *Kaghazi Ghat* (Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2002), 21.
4. Ibid., 62.
5. Ibid., 168.
6. Ibid., 148.
7. Ibid., 25.
8. Ibid., 155.
9. Ibid.
10. Ibid., 38.
11. Ibid., 4.
12. Ibid., 224.
13. Ibid., 18.